۸۔ جلتے پروں سے اُڑان

ساجد رشید

EM47V1

پہلی بات : ہمارے اطراف پائے جانے والے طبعی اور حیاتیاتی حالات کو ماحول کہتے ہیں۔ تمام جاندار اور بے جان اشیا ماحول کا حصہ ہیں۔ ماحول میں توازن کے قائم رہنے کے لیے ہر جز کا مخصوص تناسب میں پایا جانا ضروری ہے۔ ماحول کے توازن میں معمولی بگاڑ بھی تمام مخلوقات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ انسان کے مختلف اعمال و افعال ماحول میں خرابی کا باعث بنتے ہیں۔ بڑھتی آبادی، جنگلات کی کٹائی، عمارتوں کی تعمیر، صنعتوں کی ترقی، ایٹمی بھٹّیوں اور ٹی وی اور موبائل ٹاور سے خارج ہونے والی لہروں وغیرہ سے نباتات، حیوانات و جمادات پر مضر اثرات پڑتے ہیں۔

جان پہچان : ساجد رشید ۱۱؍ مارچ ۱۹۵۵ء کو بلرام پور (یوپی) کے ایک گاؤں سگڈ یہوا میں پیدا ہوئے۔ ان کا شمار ۱۹۷۰ء کے بعد اُبھرنے والے معروف افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ وہ افسانے میں مقصدیت اور نظریے دونوں کے قائل تھے۔ ان کے افسانے سیاسی اور سماجی شعور سے بھرے نظر آتے ہیں۔ 'ریت گھڑی'، 'نخلستان میں کھلنے والی کھڑکی'، 'ایک چھوٹا سا جہنم' اور 'ایک مردہ سر کی حکایت' ان کے افسانوی مجموعے ہیں۔ انھیں ساہتیہ اکیڈمی کے انعام برائے ترجمہ اور 'کتھا ایوارڈ' سے نوازا گیا تھا۔ ساجد رشید ایک بے باک اور اصول پسند صحافی تھے۔ ان کے مضامین 'زندگی نامہ' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ انھوں نے 'نیا ورق' نام کا ایک ادبی رسالہ بھی جاری کیا۔ ۱۱؍ جولائی ۲۰۱۱ء کو ممبئی میں اُن کا انتقال ہوا۔

ریشم جیسے ملائم اور دھنک جیسے رنگین پروں سے سر نکال کر پرندے نے جب اپنے بازوؤں کو پھڑپھڑایا تو ان پر ٹھہرے اوس کے ننھے قطرے مشرق کی بھوری پہاڑیوں سے جھانکتے سورج کی کرنوں سے دمک اُٹھے، جیسے پگھلے سونے کا فوارہ پھوٹ پڑا ہو۔ اس نے اپنی سرخ چونچ کھول کر فرحت بخش ہوا سینے میں بھری اور بڑی تازگی محسوس کی۔ پھر سر جھٹک کر آس پاس دیکھا۔ سب کچھ وہی تھا اور کتنا دلکش!

سورج کی نارنجی کرنوں سے تمتماتی بھوری پہاڑیاں، پہاڑیوں کے پیروں کو دھوتی گہرے نیلے پانیوں والی ندی، دوسری جانب ندی میں گرتا دودھ جیسا جھرنا، کنارے پر بکھرا مخمل سا سبزہ اور ان پر جھلملاتی اوس کی بوندیں، خود رو پودوں پر منڈلاتی خوش رنگ تتلیاں، چھوٹے چھوٹے پتنگے، دائیں طرف تازہ سبز پتوں سے ڈھکا گھنا جنگل، پیڑوں کی لچکدار مضبوط شاخوں پر پھدکتی چڑیاں اور ان کی چہکار، سرمئی نم مٹی پر رینگتی چیونٹیاں، معصوم آنکھوں والے ہرنوں کا جھنڈ..... سب کچھ وہی تھا اور کتنا دلکش!

چڑیوں کی چہکار، جھرنے کی جھرجھر، ہوا کے بہاؤ پر بہتی ندی کی کلکلاہٹ، سوکھے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ، ندی کے کنارے صبح کی پہلی دھوپ سینکتے مینڈکوں کی ٹرٹراہٹ، پیڑوں کے تنوں پر چڑھتی اُترتی گلہریوں کی چِک چِکاہٹ، سفید جھینگروں کی سیٹیاں اور ہم آغوش ہوتی لچکیلی شاخوں کی سرسراہٹ۔ ان آوازوں کی نغمگی سے سارا عالم گونج رہا تھا..... سب کچھ وہی تھا اور کتنا دلکش!

پرندے نے سینہ پھلا کر آسمان کو دیکھا: بے داغ آسمان آج بھی اتنا ہی نیلا اور چمکدار تھا جتنا کل تھا۔ اس نے تنکوں سے بنے اپنے خوب صورت گھونسلے پر الوداعی نظر ڈالی اور دانے دُنکے کی تلاش میں پر پھڑپھڑاتا اُڑ گیا۔ اُڑا اور اُڑتا گیا: اوپر..... اوپر..... بہت

اوپر.....۔

ٹھیک پرندے کے سر پر آ کر سورج نے اسے معمول کے مطابق ایک سبزہ زار میں اُترنے پر مجبور کر دیا۔ دور تک سبزہ تھا اور اس قدر دانے بکھرے پڑے تھے کہ پرندے کو ہمیشہ کی طرح آج بھی سوچنا پڑا.....''کہاں سے شروع کیا جائے؟''

دانا چگتے چگتے وہ سیر ہو گیا۔ اب اس نے دیکھا کہ اس کا سایہ قدموں تلے نہیں ہے بلکہ کچھ لمبا ہو گیا ہے۔ اس نے مٹی میں چونچ رگڑ کر قریب کی ندی سے ٹھنڈا پانی پیا اور پھر ایک بار ہوا کو چیرتا فضا میں اُڑتا چلا گیا۔ دانوں سے بھاری پیٹ کو ہلکا کرنے کے لیے یہ اس کا معمول تھا۔ اسے ہر اُڑان پر یوں محسوس ہوتا جیسے وہ بس ابھی چمکتے نیلے آسمان کو چوم لے گا۔ آسمان کو چومنے کی یہ خواہش اسے اوپر ہی اوپر لیے چلی جاتی۔ آسمان ابھی بہت دور تھا اور پروں میں تھکن رینگنے لگی تھی۔ اس نے آسمان کو چھونے کا فیصلہ ہمیشہ کی طرح کل پر ٹالا اور نیچے اُترنے لگا۔

پرندے نے جب سر کو خم کر کے نیچے پھیلی ہوئی دنیا کو دیکھنا چاہا تو اچانک اس کی پرواز تھم گئی۔ اس کا ننھا سا دل دھک سے رہ گیا۔ نیچے سارے میں سیاہی مائل دھند پھیلی ہوئی تھی۔ ایسی دھند کہ پیڑ پودے، ندی نالے، پہاڑ، جھرنے اور میدان جانے کہاں کھو گئے تھے! کیا یہ سویرے کی دھند ہے؟ لیکن سویرا ابھی کیسے چلا آیا؟ اور پھر سویرے کی دھند تو بڑی خوش گوار ہوتی ہے۔ وہ ایسی کثیف اور مٹ میلی تو نہیں ہوتی اور پھر اس میں خنکی بھی تو ہوتی ہے.....تو پھر یہ کیا ہے؟..... دھواں اس کی آنکھوں میں جلن پیدا کرنے لگا تھا۔ پروں پر اپنے چھوٹے سے جسم کا توازن برقرار رکھتے ہوئے جب وہ دھویں کے کثیف بادل میں اُترا تو اس کے سینے میں چنگاریاں اُتر گئیں۔ پھیپھڑوں میں دھواں پتھر ہو گیا اور حلق میں چیونٹیاں کاٹنے لگیں۔ سینے میں اُمنڈتے دھویں کی اذیت اور اُکھڑتی سانس سے گھبرا کر اس نے بے اختیار چونچ کھول دی۔ مگر تکلیف سے نجات تو کیا ملتی، سینے کی جلن اور بڑھ گئی۔ بالآخر وہ دھویں کی کثیف چادر کو چیر کر نیچے کھلے میں چلا آیا، یہاں گھٹن کچھ کم تھی۔

پرندہ تھک کر چور ہو چکا تھا۔ سینے میں درد ریت کے ذرّے کی طرح چبھ رہا تھا۔ بازو ایسے شل ہو رہے تھے جیسے انھیں جاڑا مار گیا ہو۔ وہ اب کسی پیڑ کی شاخ پر بیٹھ کر ستانا چاہتا تھا۔ اس نے تھکن سے بوجھل آنکھوں سے نیچے دیکھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ اس کے وجود میں ننھا سا دل جیسے اپنی دھڑکن بھول گیا۔ اسے ایک لمحے کے لیے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا۔ اس نے بازوؤں کو جلدی جلدی حرکت دی اور کچھ اور نیچے اُتر آیا۔ مگر منظر نہیں بدلا، کچھ اور واضح ہو گیا۔ ''یہ سب کیا ہے؟'' اس نے سوچا اور سوچ کر تڑپ اُٹھا۔ آنکھوں نے جو کچھ بھی دیکھا، وہ پرندے کے لیے حیرت انگیز تھا۔ سورج کے ڈھیر ہونے تک سارا عالم کیسے بدل گیا؟ کہاں ہیں وہ پیڑ، پودے، سبزہ زار؟ کہاں ہیں وہ ندیاں، نالے، جھرنے؟ کہاں ہیں وہ غار، ٹیلے، پہاڑ؟ کہاں ہیں وہ ہرن، وہ چیونٹیاں، وہ مینڈک؟ آخر یہ سب کہاں گئے؟

جنگلوں، پہاڑوں اور ندیوں کی جگہ اب آسمان سے سر ٹکراتی، سیسہ پلائی عمارتیں کھڑی تھیں۔ سیکڑوں ایکڑ میں پھیلی اسلحہ ساز فیکٹریاں تھیں۔ بڑے بڑے راڈار تھے۔ دیوپیکر ایٹمی تجربہ گاہیں تھیں۔ سینہ تانے ٹی وی ٹاور کھڑے تھے۔ بڑی بڑی دوربینیں تھیں۔ برقی تاروں کا ایک جال تھا اور ایک کنارے پر ترتیب سے بنی ایٹمی بھٹیاں تھیں جن کی کشادہ چمنیاں دھواں اور زہر اُگل رہی تھیں۔

اسلحہ ساز فیکٹریوں اور ایٹمی بھٹیوں سے گاڑھا کالا دھواں ہاتھیوں کی طرح جھومتا ہوا نکلتا اور فضا میں چادر کی طرح تن جاتا۔ کل کا نیلا شفاف آسمان اب یوں دِکھائی دے رہا تھا جیسے اس پر کالی کالی گرد جم گئی ہو۔ آسمان پر رینگتی اس سیاہی سے خوفزدہ ہوکر پرندہ اپنے گھونسلے میں اُترنے کے لیے بے چین ہوگیا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ سورج بجھنے کے بعد اپنے گھونسلے کو لوٹا ہو۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اندھیرے میں گھِر کر رہ گیا تھا۔

تھکن سے ٹوٹتے ہوئے پنکھوں سے پرندہ کچھ اور نیچے آیا تو فضا میں دوڑتے مواصلاتی پیغامات اس کے پروں سے اُلجھ اُلجھ کر پرواز میں رکاوٹیں پیدا کرنے لگے۔ تھکن اس کے بازوؤں میں سوئیوں کی طرح چبھ رہی تھی اور اس کو اپنا وجود ناقابلِ برداشت بوجھ محسوس ہونے لگا تھا۔ اس نے پھولتی سانسوں کے درمیان سر کو خم کرکے اندھیرے میں ڈوبتے لوہے، سیمنٹ اور کنکریٹ کے پہاڑوں کو دیکھا۔ کوئی پیڑ، کوئی شاخ، کوئی سبز پتا؟ کہیں کچھ بھی نہیں! اُف، یہ میں کس جہان میں آ پھنسا! کیا میری پرواز اتنی اونچی تھی کہ میں اپنی حدود سے باہر نکل آیا؟ مجھے لوٹنا ہوگا۔ مگر بازوؤں سے اُٹھتی ٹیس اس کے ارادے پر بجلی بن کر گری۔

اب تو بس چند ہی لمحوں کی پرواز کی سکت ہے مجھ میں، اس کے بعد تو مجھے کہیں اُترنا ہی ہوگا۔

مگر کہاں؟

اس نے نیچے دیکھا۔ ہر طرف وہی بدلا ہوا منظر۔

ٹی وی ٹاور تھا جو غیر مرئی مناظر کو منتشر کر رہا تھا ... یہاں بھی نہیں!

بڑے بڑے نیون سائن بورڈ ٹنگے ہوئے تھے ... یہاں بھی نہیں!

سیمنٹ کنکریٹ کے اسکائی اسکر یپر منہ چڑا رہے تھے ... یہاں بھی نہیں!

اسلحہ ساز فیکٹریوں کی چمنیاں دھواں اُگل رہی تھیں ... یہاں بھی نہیں!

کائنات کے سارے اسرار سے واقف دیو پیکر دوربینیں تھیں ... یہاں بھی نہیں!

آگ اور زہر اُگلتی بڑی بڑی ایٹمی بھٹیاں تھیں ... نہیں، یہاں بھی نہیں!

تب کہاں؟ سوچ کر وہ لرز گیا۔

کیا میں واپس لوٹ سکوں گا، اُن ندیوں، پہاڑوں اور جنگلوں کو جہاں سے میں اُڑا تھا؟ کیا اب میں اپنے نرم نرم گھونسلے میں اُتر سکوں گا؟

کیا اب کبھی نیلے آسمان کی وسعت میں تیرتے ہوئے میں نظروں کی آخری سرحد تک پھیلے گھاس کے میدان کا نظارہ کرسکوں گا؟

میری پیاس بجھانے کو کیا وہ ٹھنڈا پانی مل سکے گا؟

گھنے درختوں کی چھایا میں ستاتے کسی ہرن کی پیٹھ پر بیٹھ کر کیا میں اس کی گردن کو گدگدا سکوں گا؟

کیا نم مٹی میں اپنے پنجوں کے نشان دیکھ سکوں گا؟

سوالات نے خوف میں ڈھل کر پرندے کو بدحواس کر دیا۔ کسی پیڑ کی زندہ شاخ کو پانے کے لیے اس نے زناٹے سے ایک غوطہ لگایا اور ایک دیو پیکر عمارت کی کھڑکی کے مضبوط شیشے سے جا ٹکرایا۔ پھر تو وہ کسی ڈوبتے جہاز کی طرح گاڑھے کالے دھویں میں گھری عمارتوں کی نہ جانے کتنی کھڑکیوں سے سر ٹکراتا پھرا مگر اسے واپسی کا راستہ نہ ملا۔ اب اس کے حواس جواب دے چکے تھے۔ وہ تھکن اور خوف سے کانپتے جسم کو سنبھال نہ سکا اور ایک ایٹمی بھٹی کے عین منہ پر اپنا توازن کھو بیٹھا۔ زہر نے پھیپھڑوں میں کانٹے بوئے اور شعلوں نے اس کے پروں کو چاٹ لیا اور گرد آلود تاریک آسمان پر دور تک ایک روشن لکیر پھیلتی چلی گئی۔ جب آگ پروں کو جلاتی اس کے دل تک پہنچی تب پرندے نے تڑپ کر نیچے اُگے لوہے، آگ اور دھویں کے جنگل پر آخری نگاہ ڈال کر سوچا، ”کیا یہ میری آخری پرواز ہے؟ کیا اس سفاک ٹھوس زمین میں سے کوئی بیج اپنی ننھی سبز بانہوں سے سیمنٹ کنکریٹ کے پہاڑوں کو چیر کر تناور درخت بننے کے لیے سر نہیں نکالے گا.....؟“

وہ سارے ماہرینِ فلکیات جن کی آنکھیں بڑی بڑی دوربینوں میں گڑی رہتی ہیں اور جو کائنات میں نمودار ہونے والے ایک ایک ستارے کی خبر رکھتے ہیں، وہ عین اپنے سر پر ایک پرندے کے وجود کے خاک ہو کر فضا میں بکھرنے کے حادثے سے لاعلم ہی رہے۔

معانی و اشارات

خود رُو	بذاتِ خود اُگنے والا	جاڑا مارنا	سردی ہو جانا
کثیف	گاڑھا، دبیز	نیون سائن بورڈ	رنگین روشنی کے بورڈ
شل ہونا	سُن ہو جانا	اسکائی اسکریپر	فلک بوس عمارت

مشقی سرگرمیاں

سبق پڑھ کر ہدایت کے مطابق سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

* شکلی خاکہ مکمل کیجیے۔

* مثال کے مطابق خالی چوکون میں مناسب آوازیں لکھیے۔

مثال: چڑیوں کی - چہچہاہٹ

ندی کی -

پتوں کی -

مینڈک کی -

گلہریوں کی -

جھینگروں کی -

(ایسی آوازوں کو ’اسمِ صوت‘ کہا جاتا ہے۔)

* جملوں کو بغور پڑھ کر ان واقعات کے پیش آنے کا وقت لکھیے۔

۱۔ پرندے نے جب اپنے بازوؤں کو پھڑپھڑایا تو ان پر ٹھہرے اوس کے ننھے قطرے مشرق کی بھوری پہاڑیوں سے جھانکتے سورج کی کرنوں سے دمک اُٹھے۔

۲۔ ٹھیک پرندے کے سر پر آ کر سورج نے اسے معمول کے مطابق ایک سبزہ زار میں اُترنے پر مجبور کر دیا۔

۳۔ اب اس نے دیکھا کہ اس کا سایہ قدموں تلے نہیں ہے بلکہ کچھ لمبا ہو گیا ہے۔

۴۔ نیچے سارے میں سیاہی مائل دھند پھیلی ہوئی تھی۔ ایسی دھند کہ پیڑ پودے، ندی نالے، پہاڑ جھرنے اور میدان جانے کہاں کھو گئے تھے!

۵۔ آنکھوں نے جو کچھ بھی دیکھا، وہ پرندے کے لیے حیرت انگیز تھا۔ سورج کے ڈھیر ہونے تک سارا عالم کیسے بدل گیا؟

۶۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ سورج بجھنے کے بعد اپنے گھونسلے کو لوٹا ہو۔

* پہلی جوڑی کا تعلق پہچان کر دوسری جوڑی مکمل کیجیے۔

۱۔ سرخ : چونچ :: نیلا : ....

۲۔ سرمئی : مٹی :: سفید : ....

۳۔ نارنجی : کرنیں :: سیاہی مائل : ....

* قوسین میں دیے ہوئے الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ اس نے تنکوں سے بنے اپنے خوب صورت گھونسلے پر ....نظر ڈالی۔
(الوداعی / آخری / طائرانہ)

۲۔ جب وہ دھویں کے .... بادل میں اُترا تو اس کے سینے میں چنگاریاں اُتر گئیں۔
(گھنے / کثیف / سیاہ)

۳۔ وہ اب کسی پیڑ کی شاخ پر بیٹھ کر ....چاہتا تھا۔
(چہچہانا / سونا / ستانا)

۴۔ تھکن اس کے بازوؤں میں .... کی طرح چبھ رہی تھی اور اس کو اپنا وجود ناقابلِ برداشت بوجھ محسوس ہونے لگا۔ (سوئی / کانٹے / ریت)

۵۔ سوالات نے .... میں ڈھل کر پرندے کو بدحواس کر دیا۔ (ہراس / ڈر / خوف)

* دیے ہوئے اقتباس کا خلاصہ لکھیے۔

پرندے نے جب سر کو خم کر کے نیچے پھیلی ہوئی دنیا کو دیکھنا چاہا تو اچانک اس کی پرواز تھم گئی۔ .... بالآخر وہ دھویں کی کثیف چادر کو چیر کر نیچے کھلے میں چلا آیا۔ یہاں گھٹن کچھ کم تھی۔

* سبق کی روشنی میں پرندے کی صبح کی اوّلین اُڑان کی منظر کشی اپنے الفاظ میں کیجیے۔

* پرندے کے ذہن میں آنے والے سوالات کی وضاحت کیجیے۔

* آخری پرواز کے وقت پرندے کے ذہن میں آنے والے اندیشوں کو بیان کیجیے۔

* زمین کے بدلتے منظر کو پرندے کے الفاظ میں لکھیے۔

* دیے ہوئے نکات کی مدد سے 'پرندے کی سرگزشت' لکھیے۔

سخت موسم ...... پانی کی تلاش ...... درختوں کی کمی ...... اونچی اونچی بلڈنگیں ...... بجلی کے تار ...... موبائل ٹاورس ...... کارخانوں کی چمنیاں ...... آلودہ فضا ...... دوپہر سے شام ...... تھک کر چور ہونا ...... اونچی بلڈنگ کی ٹیرس پر گرنا ...... بچے کا اُٹھانا ...... پرندے کا پیغام

* دیے ہوئے موضوع سے متعلق اتفاقِ رائے یا اختلافِ رائے لکھیے۔

"ہم آلودگی کے ذمے دار ہیں"

سرگرمی/منصوبہ

۱۔ علم فلکیات سے متعلق معلومات جمع کیجیے۔

۲۔ انٹرنیٹ سے دوربین کی تصویریں اور معلومات جمع کیجیے۔

عملی قواعد

مخلوط جملہ

ذیل کے جملوں کو پڑھ کر ان کے اجزا پر غور کیجیے۔

- جب وہ دھویں کے کثیف بادلوں میں اُترا / تو اس کے سینے میں چنگاریاں اُتر گئیں۔
- پرندے نے جب نیچے پھیلی ہوئی دنیا کو دیکھا / تو اس کی پرواز تھم گئی۔
- ایک کنارے پر اینٹی بھٹیاں تھیں / جن کی کشادہ چمنیاں دھواں اُگل رہی تھیں۔
- یہ پہلا موقع تھا / کہ وہ اندھیرے میں گھر کر رہ گیا تھا۔

ان جملوں میں ترچھے خط لگانے سے جملے دو فقروں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ پہلے دو جملوں میں لفظ 'جب' والا فقرہ **'تابع فقرہ'** کہلاتا ہے۔ بعد کے فقرے جو 'تو' سے شروع ہوتے ہیں، انھیں **'خاص فقرہ'** کہتے ہیں۔

بعد کے دو جملوں میں خاص فقرے پہلے آئے ہیں اور ترچھے خط کے بعد کے فقرے تابع فقرے ہیں۔

* پڑھے ہوئے اسباق سے مخلوط جملوں کی دو مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔